حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور مسلم نشأۃِ ثانیہ

رضیہ مجید، لیکچرار، شعبۂ اُردو، جی سی یونیورسٹی، لاہور

Abstract

In this article, the thought and works of Shah Wali-Allah are discussed in the perspective of renaissance of Muslim community. He translated the Quran into Persian and revived the study of Hadith. In his Arabic and Persian books, he showed how the Muslim society and government might be amended by truly Islamic principles.

اورنگ زیب کی وفات (۱۷۰۷ء) کے بعد مغلیہ سلطنت کے زوال کا آغاز ہوا۔ مغلیہ سلطنت برعظیم کے مسلمانوں کے لیے مسلم اقتدار کی علامت تھی۔ اورنگ زیب کے بعد اقتدار و اقدار کے زوال نے ہندوستان میں مسلم نشأۃِ ثانیہ کے دو رُخ متعین کر دیے۔ ایک رُخ مذہبی اور دوسرا رُخ سیاسی تھا۔ اوّل الذکر سیاست میں بھی دخیل تھا اور موخر الذکر مذہب سے بے بہرہ نہ تھا۔ شاہ ولی اللہ دہلویؒ (۱۷۰۳ء۔۱۷۶۲ء) نے ہر دو طرف تجدد پسندی میں پیشوا کا کردار ادا کیا۔ وہ ایک ایسے مضبوط محرکِ فکر تھے جن سے بعد میں رُونما ہونے والی مسلم نشأۃِ ثانیہ کی تمام تحریکیں متاثر ہوئیں۔ مجدد الف ثانیؒ نے مسلم نشأۃِ ثانیہ کے جس مذہبی پہلو کا آغاز کیا۔ وہ بعد ازاں شاہ ولی اللہؒ کے یہاں سیاسی تحریک ہوئی جس کی اساس مذہبی تھی۔ اُنھوں نے مجدد کو اپنی تحریک کا بانی (ارہاص) اور خود کو ان کی تحریک کا 'مصدق' بیان کیا ہے۔[۱]

شاہ ولی اللہ دہلویؒ مسلم نشأۃِ ثانیہ کے ضمن میں پوری دنیا سے مخاطب تھے۔ اسی مقصد کے حصول کے لیے اُنھوں نے عربی اور فارسی زبان کو ذریعہ اظہار بنایا۔ اُن کی مطبوعہ تصانیف میں ۲۲ عربی کتب اور ۱۳ فارسی رسائل اور کتب شامل ہیں۔ ان کا خاندان علم و فضل میں اپنی مثال آپ تھا۔ ان کے والد عبدالرحیم نے مدرسہ رحیمیہ کی بنیاد رکھی اور ''فتاویٰ عالم گیری'' کی ترتیب و تدوین میں اورنگ زیب کی معاونت کی۔[۲] عبدالرحیم نے شریعت اور تصوف کے اختلافات دور کرنے کی کوشش کی۔[۳] والد کے اسی کام کو شاہ ولی اللہؒ نے آگے بڑھایا۔ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے مسائل کو لفظی نزع قرار دے کر مسلم علما میں نزاعی معاملات فرو کرنے کی کوشش کی۔[۴] اورنگ زیب کی وفات سے چار سال قبل ۱۷۰۳ء میں ان کی پیدائش ہوئی۔ دس مغل فرماں رواؤں کا دور دیکھنے والے شاہ ولی اللہؒ قوموں کے عروج و زوال کے فلسفے سے خوب واقف تھے۔ وہ قرونِ وسطیٰ اور جدید اِسلامی فکر کے درمیان پل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس لیے اس نباضِ ملّت نے اِسلام کی انقلابی روح کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اِسلامی علوم کی ترویج کا اہتمام کیا۔ قرآن مجید کا فارسی ترجمہ کیا اور حدیث کی تعلیم پر توجہ کی۔ کلام اور فلسفے کے موضوعات پر عربی اور فارسی

میں کتب تحریر کیں۔ مولانا شبلی نعمانی ''علم الکلام'' میں لکھتے ہیں:

''ابنِ تیمیہؒ اور ابن رُشد کے بعد بلکہ خود ان کے زمانہ میں مسلمانوں میں جو عقلی تنزل شروع ہوا تھا، اس کے لحاظ سے یہ اُمید نہ رہی تھی کہ مسلمانوں میں پھر کوئی صاحبِ دل و دماغ پیدا ہوگا۔ لیکن قدرت کو اپنی نیرنگیوں کا تماشا دکھانا تھا کہ اخیر زمانہ میں جب اِسلام کا نفس واپسیں تھا شاہ ولی اللہؒ جیسا بزرگ انسان پیدا ہوا۔ جن کی نکتہ سنجیوں کے آگے امام غزالیؒ، امام رازیؒ اور ابن رشد کے کارنامے بھی ماند پڑ گئے۔''[۵]

سلطنت کے زوال کے بعد ملّت میں کثیر ابعادی مسلم نشأۃِ ثانیہ کی ضرورت تھی۔ مذہبی، سیاسی، اقتصادی اور معاشرتی حوالے خاص توجہ کے متقاضی تھے۔ شاہ ولی اللہؒ نے ہر لحاظ سے اِسلامی معاشرے کی تشکیلِ نو کا اہتمام کیا۔ اس ضمن میں ان کی تصانیف ''حجۃ اللہ البالغہ''، ''ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء'' اور ''شفاالقلوب'' اہم ہیں۔ شاہؒ اِسلامی عقائد اور ارکان کی تفاصیل کے بیان میں اقتصادی شعبے کو نظر انداز نہیں کرتے۔ ان کا فلسفہ مُعاشیات ان کی تصانیف ''الخیرالکثیر''، ''بدورِ بازغہ'' اور ''حجۃ اللہ بالغہ'' میں دیکھا جا سکتا ہے۔ اِسلامی معاشرہ انگریزی اقتدار سے پہلے ہی معاشی نظام میں نراجیت سے انتشار کا شکار تھا۔ عوام کا خون چوسنے والے طبقات کا ظہور ہو چکا تھا۔ چھوٹی چھوٹی جابرانہ حکومتوں کے قیام سے مرض کی شدت میں اضافہ ہوا تھا۔ ملت اب ایک مجبور اور لاچار ہجوم کی صورت تھی۔ مسلم معاشرے کے احیا کے لیے شاہؒ نے ارتفاقات کا تصور پیش کیا۔ اس ضمن میں معاشی مسائل کے حل کو ''ارتفاقات معاشیہ'' اور فکری مسائل کے حل کو ''ارتفاقات الیہ'' کے نام سے موسوم کر کے معاشی جبر اور معاشرتی زبوں حالی کا معتدل حل پیش کیا۔ ''حجۃ اللہ بالغہ'' میں اسلام کے زوال کی دو وجوہات بیان کیں: علماؤں، مشاہیروں اور صوفیوں کا بوجھ خزانہ سرکاری پر اور عام انسان کا کام سے جی چرانا۔ اُنھوں نے طبقاتی کش مکش کے جدلیاتی تصور سے تقریباً سو سال پہلے ریاست کے قیام اور استحکام کے لیے طبقات میں تصادم کی جگہ توازن کو ضروری قرار دیا۔ شاہ صاحبؒ نے ''حجۃ اللہ بالغہ'' میں ان معاشی مسائل کا حل پیش کیا ہے جو بعد ازاں کارل مارکس کے زیرِ بحث رہے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ کا نظریہ ہے کہ '' اجتماعی معاشیات کا اجتمائی اخلاق پر نہایت گہرا اثر پڑتا ہے۔ اس لیے اجتمائی اخلاق کی درستی کے لیے ضروری ہے کہ اجتماع انسانی عادلانہ نظامِ معاشیات قائم کرے''۔[۶] مولانا سندھیؒ اس امر کا صحیح ادراک رکھتے تھے کہ حکیم الہند شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے معاشی نظریات کارل مارکس کے معاشی نظریات سے زیادہ وقیع تھے۔ مولانا عبید اللہ سندھیؒ کو کارل مارکس کے جامع پروگرام کے تمام کارآمد حصے شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی تصانیف میں نظر آئے۔ اپنی کتاب ''شاہ ولی اللہؒ اور ان کی سیاسی تحریک'' میں لکھتے ہیں:

''حکیم الہند امام ولی اللہ دہلویؒ کے چوتھے اصول کہ ''کسی سوسائٹی میں اس وقت تک عدل و انصاف پیدا نہیں ہوسکتا جب تک رزق کمانے والی جماعتوں پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالنے سے احترازِ کلی نہ برتا جائے؛'' کو ہم اس وقت تک نہیں سمجھ سکے جب تک ہم نے یورپ جا کر سوشلزم کا مطالعہ نہیں کیا۔ جن رفقا نے ہمیں اس مطالعے میں مدد دی۔ وہ کارل مارکس کے متبّع تھے۔ اس کے احترام میں ہمارے یہ رفقا اس قدر مبالغہ کرتے جس سے ہمیں تکلیف ہوتی۔ اس احترام اور فضیلت کا مدار وہ کارل مارکس کے اقتصادی نظام کو بتاتے ہیں جب کہ اس قسم کے انقلابی پروگرام کے تمام حصے ہم نے

حکیم الہند شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی تصانیف میں نہایت شرح و بسط سے پائے۔ جو کارل مارکس سے بہت پہلے گزرے۔ کیونکہ شاہ ولی اللہؒ ۱۷۶۲ء میں فوت ہوئے اور کارل مارکس ۱۸۱۸ء میں پیدا ہوا۔''۷

کارل مارکس کی لادینیت کے برعکس شاہ کا دینی بنیادوں پر اُستوار فلسفہ معاشرے کو روحانی بنیادیں فراہم کرکے اعلیٰ اخلاقیات کی ترویج کا سبب بنا۔ وہ عدل اور عدالت کو سیاسی نظام اور حسنِ معاشرت کی بنیاد جانتے ہیں۔ اُنھوں نے شریعت سے متصادم سماجی اور معاشی عناصر کی تشخیص کی جو ملّت کی سالمیت کے لیے خطرہ تھے۔ ''تفہیمات'' میں بادشاہ کو شرعی قانون لاگو کرنے کی نصیحت کرتے ہیں۔ وہ ایسے مذہبی انسان کے خواہاں ہیں جو دنیا و اُمورِ دنیا سے بے خبر نہ ہو۔

شاہ ولی اللہؒ نے مدینہ میں شیخ ابو طاہر بن ابراہیم جیسے عالم سے علم حدیث میں تعلیم و سند حاصل کی، جو شاہ صاحب کے متعلق فرماتے تھے۔ ''ولی اللہ مجھ سے لفظوں کی سند لیتے ہیں اور میں ان سے معنوں کی سند لیتا ہوں۔''۸ عرب کی وہابی تحریک کے بانی محمد بن عبدالوہاب بھی اسی زمانے میں حرمین میں حصولِ تعلیم کر رہے تھے۔ شاہ کی ان سے ملاقات یا براہِ راست تبادلۂ خیالات کا ثبوت نہیں ملتا۔ مگر اُمتِ مسلمہ کے زوال کی وجوہات ہر جگہ ایک ہی ہونے کی وجہ سے مسلم نشاۃِ ثانیہ کی تحریکوں میں بھی مشترک اقدار پائی جاتی تھیں۔ شاہ ولی اللہؒ قیامِ مدینہ کے دوران بالواسطہ عرب کی تحریکوں سے متاثر ہوئے۔ اسی لیے ہندوستان واپسی پر مسلم نشاۃِ ثانیہ کی مساعی میں شدت کے ساتھ استدالیت بھی نظر آتی ہے۔ علما کی اندھی تقلید پرستی کے خلاف تھے اور اسی وجہ سے اپنے زمانے کے علما کو ان اونٹوں سے تشبیہ دیتے ہیں جن کی ناکوں میں نکیل پڑی ہے اور وہ خود اپنا رستہ بنانے سے قاصر ہیں۔۹ اُنھوں نے اجتہاد کی ضرورت کو شدت سے محسوس کیا۔ ان کی فکر نے قدامت پرست اور جدید دونوں طرح کے علما کو متاثر کیا۔ اِسلام کے مٹے ہوئے شعائر و رسوم کو جاری کرنے اور اُمتِ مرحومہ کی نشاۃِ ثانیہ کو خدائی مشن سمجھتے تھے جو خود ذاتِ باری تعالیٰ نے ان کو تفویض کیا تھا۔۱۰ اُنھوں نے اتحادِ ملت کے احساس کو بیدار کرنے کی ضرورت کو محسوس کیا۔ بالخصوص شیعہ سنی مخاصمت کو وہ تباہ کن جانتے تھے۔ ولی اللہ باقی مسلم دنیا کے ساتھ بھی مسلمانوں کا تعلق دیکھنا چاہتے تھے۔ شاہ ولی اللہؒ مسلمانوں کی دینی اور دنیوی رہ نمائی کے لیے یونیفائڈ خلافت کو ضروری خیال کرتے تھے تاکہ ایک خلیفہ مختلف مسلم حکمرانوں کو ایک ہی رسی میں پرو سکے۔ ایک بہت تربیت یافتہ سیاسی قیادت کے فراہم ہونے تک شاہ ولی اللہؒ مسلم زوال کی رفتار کم کرنا چاہتے تھے۔ انھیں کامل یقین تھا کہ جب تک انقلاب پیدا کرنے اور حکومت چلانے کی استعداد پیدا نہ ہوگی، کوئی شخص صرف جنگ کے ذریعے نیا نظامِ حکومت قائم نہیں کر سکے گا۔ لڑائی کے ذریعے پچھلی حکومت کو تباہ تو کیا جا سکتا ہے، لیکن جب تک تربیت یافتہ آدمی میسر نہ آئیں، نئی حکومت نہیں چلائی جا سکتی۔ مسلم حکمرانوں کی کوتاہ بینی پر شاہ ولی اللہؒ افسردہ تھے۔ غیر مسلم قوموں کی مسلح بغاوتیں ابتدا ہی سے شاہ ولی اللہ کو سخت خطرہ نظر آ رہی تھیں۔۱۱ مسلم اقتدار و اخلاق کو درپیش خطروں کے پیشِ نظر اُنھوں نے حکامِ وقت کو خطوط لکھے۔ نظام الملک آصف جاہ سے توقعات وابستہ کیں مگر سلطنت دہلی کو ناقابلِ اصلاح جانتے ہوئے آصف جاہ دکن چلا گیا اور اسے بچانے کی تدبیر کرنے لگا۔۱۲ اخلاقی اور مذہبی حوالوں سے مثبت اور عسکری حوالے سے تازہ دم روہیلے بھی اپنے کم وسائل اور کم تعداد کی وجہ سے آپ کی توقعات پوری نہ کر سکے۔ بالآخر اندرونِ ہند قیادت سے مایوس ہو کر نادر شاہ (دورِ حکومت ۱۷۳۴ء۔ ۱۷۴۷ء) اور پھر احمد شاہ ابدالی (دورِ حکومت ۱۷۴۷ء۔ ۱۷۶۷ء) کو ہندوستانی مسلم حکومت کے مسائل حل کرنے کے لیے ہندوستان پر حملے کی دعوت دی۔ احمد شاہ ابدالی مسلم حکومتوں کا اتحاد بنانے میں کامیاب ہوا۔ ۱۷۶۱ء میں ابدالی، نواب اودھ

اور روہیلہ سردار کی معیت میں پانی پت کے میدان میں مرہٹوں سے نبرد آزما ہوا اور مرہٹہ طاقت کو منتشر کر دیا۔ انتقالِ شاہ سے ایک سال قبل پانی پت میں مسلم اتحادی فوج کی یہ فتح شاہ ولی اللہؒ کی سیاسی جدو جہد کے مختصر المیعاد لائحہ عمل کی معراج تھی۔۱۳ شاہ ولی اللہؒ کی سیاسی جدوجہد نراجی عناصر کی غارت گری سے مسلم معاشرے کو ایک قلیل مدت کے لئے نجات دلا سکی مگر زوالِ اُمّت کے اسباب کی تشخیص اور ان کے علاج کی تدبیر ہی میں شاہ کی حقیقی عظمت پوشیدہ ہے۔ آپ نے اِسلام سے ناواقفیت کو زوال اُمّت کا بنیادی سبب قرار دیا۔

علما کی ایک جماعت کی تربیت کر کے شاہ ولی اللہ دہلویؒ اپنی وفات کے بعد بھی ہندوستان کی مذہبی، اخلاقی اور سیاسی نشأۃِ ثانیہ کے جاری رہنے کی تدبیر کر گئے۔ ان کے چاروں بیٹوں نے علومِ اِسلامی کی تبلیغ، ترویج و اشاعت کا کام کیا۔ خصوصاً شاہؒ کے سب سے بڑے فرزند شاہ عبدالعزیزؒ (۱۷۴۶ء۔۱۸۲۴ء) کی قیادت میں ولی الٰہی مکتبِ فکر نے خوب ترقی کی۔ اُن کا فتویٰ کہ برعظیم اب دارُالاسلام نہیں رہا۱۴ مختلف جہادی تحریکوں کا محرک بنا۔ خانوادہ شاہ کے ذہن ترقی پسند تھے۔ ان حضرات نے مسلم نشأۃِ ثانیہ کی ضرورت اور اہمیت پر زور دیا اور انگریزی زبان اور تمام علوم مفیدہ کے حصول کو جائز قرار دے کر مستقبل میں نشأۃِ ثانیہ کی جدید علی گڑھ تحریک کا بھی محرک بنے۔

خاندانِ ولی الٰہی پر یہ قول صادق آتا تھا کہ 'ایں خانہ ہمہ آفتاب است'۔ اس خاندان نے اپنے علم و عمل سے ہندوستانی مسلم معاشرے کو خوب فائدہ پہنچایا۔ شاہ ولی اللہؒ کے فرزند شاہ رفیع الدینؒ (۱۷۴۹ء۔۱۸۱۸ء) نے قرآن کا پہلا اُردو لفظی ترجمہ کیا۔ شاہ عبدالقادرؒ (۱۷۵۳ء۔۱۸۱۵ء) نے موضح القرآن کے نام سے بامحاورہ اُردو ترجمہ کیا۔ شاہ عبدالغنیؒ کے فرزند شاہ اسماعیل شہیدؒ (۱۷۷۹ء۔۱۸۳۱ء) نے مجاہدین کی طرف سے سب سے زیادہ جنگوں میں حصہ لیا۔۱۵ زبردست مقرر اور واعظ تھے۔ ۱۶ مشہور کتاب ''تقویۃ الایمان'' تصنیف کی۔ مولانا سندھیؒ جو خود عقل و خرد کی راہ سے گزر کر دائرہ اِسلام میں داخل ہوئے، اس کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اگر یہ کتاب پانچ سو سال قبل شائع ہو جاتی تو آج ہندوستان کی تاریخ مختلف ہوتی۔۱۷ مولانا سید محمد میاں اپنی تصنیف ''علمائے ہند کا شان دار ماضی'' میں حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے بعد حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کو تیسرا مجدد قرار دیتے ہیں۔۱۸

خاندان شاہ ولی اللہؒ سے رشتہ داری رکھنے والے حسینی سیدوں کے خاندان سے تعلق رکھنے والے سید احمد بریلویؒ (۱۷۸۶ء۔۱۸۳۱ء) نے 'تحریک جہاد' کا آغاز کیا۔ سید احمد بریلوی، شاہ عبدالعزیزؒ کے شاگرد تھے۔۱۹ اُنھوں نے شاہ ولی اللہؒ کے مذہبی نظریات کو عملی جامہ پہنایا۔ اس کام میں حضرت شاہ ولی اللہؒ کے پوتے شاہ اسماعیل شہیدؒ نے ان کا ساتھ دیا۔ اسی مقصد کے پیشِ نظر مشہد بالاکوٹ میں سید احمد بریلوی اور شاہ اسماعیل شہید نے ۶ مئی ۱۸۳۱ء کو جامِ شہادت نوش کیا۔۲۰ جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد دارالعلوم دیوبند نے شاہ ولی اللہؒ کی مسلم نشأۃِ ثانیہ کی تحریک جاری رکھنے میں اہم کردار ادا کیا۔ درحقیقت علما کی تحریک آزادی میں شمولیت ولی الٰہی روایت کی توسیع تھی۔ دیوبند میں یہ روایت عہدِ نوآبادیات کی جدیدیت سے ہم آہنگ ہوئی۔ شیخ الہند محمود الحسنؒ کی قیادت میں علمائے دارالعلوم دیوبند، ندوۃُ العلما اور فرنگی محل، جمیعۃ علمائے ہند کی صورت میں اکھٹے ہوکر ہندوستانی سیاست میں اہم کردار ادا کرتے رہے۔ یوں شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی فکر مذہبی اور سیاسی ہر دو حوالوں سے ایک علیحدہ مسلم ریاست کے قیام تک تاریخ کے اوراق پر اپنے نشان ثبت کرتی رہی۔

حواشی:

۱۔ عبیداللہ قدوسی: آزادی کی تحریکیں، لاہور: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ،۱۹۸۸ء،ص:۱۲
۲۔ اشتیاق حسین قریشی، ڈاکٹر: برعظیم پاک و ہند کی ملّتِ اسلامیہ، کراچی: شعبۂ تالیف وترجمہ کراچی یونیورسٹی، ۱۹۶۷ء، ص:۲۲۷
۳۔ ایضاً
۴۔ شاہ ولی اللہؒ: فیصلہ وحدت الوجود والشہود، دہلی: محبوب المطابع ص:۵تا۳۰
۵۔ شبلی نعمانی، مولانا: علم الکلام، اعظم گڑھ: دارالمصنفین، ۱۹۶۱ء، ص:۹۰
۶۔ 'حضرت شاہ ولی اللہؒ اور ان کا فلسفہ معاشیات'، از عالم آفاقی (علیگ) ماہنامہ تہذیب الاخلاق، لاہور، ج ۱، ش۶، مارچ ۱۹۶۲ء، ص:۵۴
۷۔ عبیداللہ سندھیؒ، مولانا: شاہ ولی اللہؒ اور ان کی سیاسی تحریک، لاہور، سندھ ساگر اکادمی، ۱۹۴۴ء، ص:۶۲
۸۔ 'حضرت شاہ ولی اللہؒ اور ان کا فلسفہ معاشیات'، از عالم آفاقی (علیگ) ماہنامہ تہذیب الاخلاق، لاہور، ج ۱، ش۶، مارچ ۱۹۶۲ء، ص:۵۰
۹۔ شاہ ولی اللہؒ: مصفّیٰ، دہلی: کتاب خانہ رحیمیہ، ۱۳۴۶ھ، ص:۱۱
۱۰۔ شاہ ولی اللہؒ: فیوض الحرمین، لاہور: سندھ ساگر اکادمی، ۱۹۶۷ء، ص:۲۱۵ تا ۲۱۷
۱۱۔ اشتیاق حسین قریشی، ڈاکٹر: برعظیم پاک و ہند کی ملّتِ اسلامیہ، ص:۳۷۵
۱۲۔ ایضاً، ص:۲۲۹
۱۳۔ ایضاً، ص:۲۳۴
۱۴۔ ایضاً، ص:۲۵۰
۱۵۔ حیرت دہلوی، مرزا: حیاتِ طیّبہ، لاہور: ادارہ ترجمان السنہ،۱۹۷۲ء، ص:۲۰۳
۱۶۔ شیخ محمد اکرام: موجِ کوثر، لاہور: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، ۱۹۸۸ء، ص:۳۷
۱۷۔ پیام شاہ جہاں پوری: حیاتِ اسماعیل شہیدؒ، لاہور: ادارۂ تاریخ وتحقیق، ۱۹۷۳ء، ص:۱۸۱
۱۸۔ ابوالحسن علی ندوی، مولانا: تاریخِ دعوت وعزیمت (ج ۱)، کراچی: مجلسِ نشریاتِ اسلام، ۱۹۸۷ء، ص:۱۵۰۔۱۵۱
۱۹۔ Aziz Ahmad: An Intellectual History of Islam in India, Edinburgh University Press,1969, p11
۲۰۔ غلام رسول مہر، مولانا: سرگزشتِ مجاہدین، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز، س۔ن، ص:۲۰۳، ۲۰۴

☆☆☆